شیخ سعدی شیرازی
نام اور سفر ہند کی تنقیح

سید حسین شاہ فدا

سعدی شیرازی کے نام اور ان کے سفر ہند کے بارے میں مورخین اور سیرت نگاروں میں اختلافات ہیں۔ دور جدید کی علمی تحقیقات کی روشنی میں عنوان بالا پر جس قدر مواد حاصل ہو سکا، نذر قارئین ہے۔ میں نے خود ایران میں قیام کے دوران اس مسئلے کا جائزہ لیا تھا۔ کئی پاکستانی طلبا جو ایران میں فارسی زبان کے مطالعہ کے لئے کچھ عرصہ مقیم رہے، انہوں نے تہران یونیورسٹی کے پروفیسروں سے دریافت کیا تو وہ سب ہنسنے لگے کہ پاکستان کے لکھے پڑھے لوگوں کو یہ غلط فہمی کیسے ہوئی کہ سعدی ہندوستان گیا تھا؟ ایرانی کتب اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔

سعدی کا نام:۔ مختلف کتابوں میں سعدی کا نام کہیں "مصلح الدین" اور کہیں "شرف الدین" اور بعض کتب میں "مشرف الدین" بھی لکھا ہے۔ یہ انفرادی تحقیقات کے نتائج ہیں جن کا ماخذ کوئی نہ تھا۔ سعدی کے اصل نام کی نقاب کشائی ذیل کے مآخذ سے ہوتی ہے:۔

۱۔ ہندو پاک میں گلستاں اور بوستاں کے جتنے نسخے موجود ہیں ان سب میں زیادہ تر "مصلح الدین" نام درج ہے۔ بعض مورخین نے "شرف الدین" بھی لکھا ہے۔

۲۔ تاریخ ادب فارسی از محمد طاہر و عظیم الحق صفحہ ۱۸۳ پر نام "مصلح الدین" درج ہے۔

۳۔ "نگارستان فارسی" از مولانا آزاد صفحہ ۷۰ پر مصلح الدین بن عبداللہ نام درج ہے۔

۴۔ مشہور مستشرق ڈاکٹر براؤن نے "شرف الدین" نام لکھا ہے۔ اور مولانا حالی نے بھی

اس سے اتفاق کیا ہے۔

۵۔ مصر کے مشہور عالم "ابن سیوطیؒ" نے اپنی کتاب "مجمع الآداب" میں "مصلح الدینؒ" نام لکھا ہے۔ یہ سعدی کے ہم عصر تھے۔ ان دونوں میں خط و کتابت تھی لیکن ملاقات ثابت نہیں ہوتی۔

۶۔ "تاریخ فرہنگ ایران" از ڈاکٹر عیسیٰ صدیق مطبوعہ دانش گاہ طہران بزبان فارسی اس میں "مشرف الدین بن مصلح" درج ہے۔

۷۔ "متن کامل دیوان شیخ اجل سعدی شیرازی" مطبوعہ تہران بزبان فارسی، اس میں "مشرف الدین بن مصلح" درج ہے۔

۸۔ پند نامہ یعنی "کریما" جسے اکثر مورخین نے سعدی کی تصنیف ماننے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ اس کتاب کا وجود "کلیات سعدی" مطبوعہ ایران میں بھی نہیں ہے اور یہ رسالہ خود اپنے مصنف کے بارے میں خاموش ہے۔ گو مولانا حالی نے اسے سعدی کا کلام قرار دینے کی کسی حد تک کوشش کی ہے لیکن ساتھ کلام کی پستی کا اعتراف بھی کیا ہے۔

تخلص "سعدی" حاکم شیراز اتابک ابو بکر سعد بن زنگی (۶۲۳ سے ۶۵۱ ہجری) کی وجہ سے تھا۔ گویا شیخ سعدی "مصلح الدین" "شرف الدین" اور "مشرف الدین" تین مختلف ناموں سے مشہور ہوئے۔

سعدی کا سفر ہند اور واقعہ سومنات

سعدی کی منظوم کتاب "بوستان" کا باب ہشتم ہمارے سامنے ہے جس میں "حکایت سفر ہندوستان و ضلالت بت پرستاں" کے عنوان سے ایک نظم موجود ہے۔ نظم کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:۔

بتے دیدم از عاج در سومنات — مرصع چو در جاہلیت منات

اس نظم میں اشعار کی تعداد سو کے قریب ہے۔ آخر میں لکھا ہے۔

بہند آمدم بعد ازاں رستخیز — وزاں جا براہ یمن تا حجیز

اس منظوم کہانی سے بقول خود سعدی کے سفر ہند اور واقعہ سومنات کی تائید تو ہو سکتی ہے لیکن دور جدید کے تمام محققین مورخین اور سیرت نگاروں نے متفق اللسان ہو کر "بوستان" میں درج اس کہانی کو اضافی اور جعلی قرار دیا ہے۔ بعینہ جس طرح مثنوی مولانا روم، جس کے اصل میں صرف چھ باب تھے، کسی نے دفتر ہفتم کا اضافہ کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں ذیل کے حوالہ جات قابل غور ہیں:۔

ا۔ "حیات سعدی" از مولانا حالی صفحہ ۳۰، ۱۲۸، ۱۳۸۔ مولانا حالی فرماتے ہیں "سب سے زیادہ معقول اعتراضات "بوستان" کی اس منظوم حکایت پر وارد ہوتے ہیں مثلاً:۔

(ا) بت کو عاج یعنی ہاتھی دانت کا بتایا گیا ہے حالانکہ ہاتھی دانت کو ہندو ناپاک سمجھتے ہیں پھر اس سے بت کیسے بنا ڈالا۔

(ب) برہمنوں کے بارے میں کہا وہ پاژند پڑھتے تھے حالانکہ یہ کتاب ہندوؤں کی نہیں پارسیوں کی ہے۔

(ج) سعدی نے برہمنوں کو کہیں "گبر" اور کہیں "مطران" لکھا ہے حالانکہ "مطران" عیسائیوں کے پادریوں کو کہتے تھے۔ پھر مطران کو "آذر پرست" کہنا اور بھی لغو بات ہے۔

(د) ان جزئیات کے علاوہ اصل واقعہ بھی نہایت دور از قیاس ہے، شیخ کتنے ہی بت پرست بن جاتے پھر بھی یہ ناممکن تھا کہ ایسے عظیم الشان زر و جواہرات سے لدے ہوئے بت خانہ میں تمام برہمن اور پجاری ایک اکیلے اجنبی کو چھوڑ کر باہر نکل جاتے اور شیخ تمام دروازے بند کر کے جو چاہتے کرتے۔ یہ بعید از عقل ہے۔ خدا جانے وہ کس چیز کو کیا سمجھے اور کس واقعہ کو کیونکر لکھ گئے۔ انگریز سیاحوں کا بھی یہی حال ہے۔ دو چار دن ہندوستان میں رہ کر بے سروپا سفرنامے لکھتے ہیں"۔

پھر مولانا حالی صفحہ ۱۳۸ پر لکھتے ہیں:۔

"شیخ ایسی حکایت بھی لکھتا رہا جن میں ظرافت اور خوش طبعی کی بھی گنجائش ہو۔ "گلستان"

کے خاتمے پر سعدی نے خود لکھا ہے :۔

"غالب گفتار سعدی طرب انگیز است وطیبت آمیز"

اس کے ثبوت میں کلیات سعدی کا سب سے آخری حصہ جو ۳۲ صفحات پرمشتمل ہے اور جس کا نام "مجموعہ ہزلیات" ہے اور جو حکیم سوزنی کی طرز پہ ہے، اس میں بھی شیخ نے ایسے ہی اشعار لکھے ہیں جو شیخ کے زہد و تقدس اور فضل وکمال پر ایک بدنما داغ ہیں ان اشعار کے بارے میں شروع کے عربی اشعار میں شیخ کی بیان کردہ مجبوری اور معذرت، ان کے زہد اور تقدس کو محفوظ رکھنے کے لئے کافی نہیں ہے ۔کہ انہیں موت کا خوف دامن گیر تھا، جبکہ ان کا ایمان تھا کہ موت اپنے وقت پر ہی آئے گی۔ دراصل شیخ اپنی ایک الگ طبیعت کا مالک تھا۔ کلیات شیخ صفحہ ۶۹ پر ایک شعر نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو:۔

زن نوکن اے دوست درھر بہار که تقویم پارینہ نہ آید بکار

اگر طرف ثانی کا بھی یہی عندیہ ہو تو پھر نتائج کیا ہوں گے ! ایک اور موقع پر اپنے محبوب سے یوں مخاطب ہیں :۔

آنکہ بگریختی کہ کسی چوں تو نہ بود د امروز بیامدی کہ کسی چوں تو مباد

ایک اور موقع پر کہا "زن بیوہ مکن گرچہ حورست" خاوند مر جائے تو اس میں بیوہ کا کیا قصور؟ یہ سراسر خلاف شرع بات ہے۔

سعدی کی یہ عادت تھی کہ دوسروں کے حالات، واقعات اور کہانیاں سن سنا کر اپنی ذات سے منسوب کر کے اپنی انشاء پردازی اور شاعری کے جوہر دکھایا کرتے تھے ۔ "درجوانی چنانکہ افتد و می دانی" بھی انہوں نے ہی کہا تھا۔

اب "بوستاں" کی منظوم حکایت کی طرف آئیے۔ یہ حکایت یا تو اسی سلسلۂ عادات کی ایک کڑی ہے یا بعد کا اضافہ ہے۔ مورخین اور سیرت نگاروں نے اس کہانی کی تصدیق نہیں

کی ہے۔ سعدی نے "گلستان" میں خود لکھا ہے "جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ" سعدی سے بڑھ کر جہاں دیدہ اور جہاں گشتہ کون تھا۔ "گلستان" باب پنجم میں ایسا مواد کافی ملتا ہے۔

دور کیوں جائیں مولانا روم جیسے صوفی منش شاعر نے بھی مثنوی میں بعض فرضی اور بے سروپا کہانیاں چشم دید واقعات کے طور پر لکھی ہیں جنہیں عقل اور تہذیب تسلیم ہی نہیں کرتی۔ مثلاً ایک بادشاہزادی اور گدھے کا خلاف تہذیب قصہ، جو بالکل ناممکن العمل اور انسانیت کی توہین ہے اور جس کے بیان سے قلم بھی شرماتا ہے، بڑے طمطراق سے ایک سچے اور چشمدید واقعہ کے طور پر لکھا ہے۔ مثنوی مولانا روم میں کئی اور ایسے افسانے موجود ہیں۔ انہوں نے ایسی کہانیوں سے جو نتائج اخذ کئے ہمیں ان پر اعتراض نہیں۔ اعتراض صرف انداز بیان اور کہانی کے صدق و کذب پر ہے۔ کوئی باپ یا استاد ایسی کہانیاں اپنی اولاد یا شاگرد کو کیسے پڑھائے گا؟

شیکسپیر کے ڈرامے شہرت دوام حاصل کر چکے ہیں۔ جدید تحقیقات کی رو سے یہ کہا جاتا ہے کہ شیکسپیر ایک معمولی لکھا پڑھا انسان تھا اور بعض تو اس کے وجود سے بھی انکار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ ڈرامے ایک جج نے لکھے تھے اور بعض غیر پسندیدہ اجزاء کی وجہ سے وہ ان تحریروں کو اپنے نام سے منسوب کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ اس لئے اس نے فرضی یا غیر معروف نام سے ان کو شائع کرایا۔

علاوہ ازیں مولانا حالی "حیات سعدی" کے صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں:-

"سرگور اوسلی" نے لکھا ہے کہ شیخ چار مرتبہ ہندوستان آیا۔ ایک مرتبہ پٹھان اغلمش کے زمانے میں اور دو دفعہ امیر خسرو سے ملنے دہلی بھی آیا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ مضمون بالکل بے سروپا ہے۔ "اغلمش" نام کا ہندوستان میں کوئی بادشاہ ہی نہیں ہوا۔ سلطان التمش کے دھوکے میں لکھا گیا ہوگا۔ سعدی اور خسرو کی ملاقات بھی ثابت نہیں ہوتی۔ دونوں کی عمر کا مقابلہ کرنے سے ظاہر ہے کہ یہ بات خلاف قیاس ہے۔ خسرو کی ولادت ۶۵۱ ہجری

میں ہوئی۔ اس وقت شیخ کی عمر ۷۰ سال کے قریب تھی۔ جب امیر خسرو ۲۰ سال کی عمر نوجوانی کو پہنچا ہوگا تو شیخ کی عمر سو سال ہو چکی ہوگی۔ لہٰذا ایک نوخیز شاعر کی شہرت سن کر شیخ ہندوستان کیسے آسکتا تھا۔

اب ہم مولانا شبلی کی تحقیقات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۲۔ شعر العجم حصہ دوم از مولانا شبلی۔ صفحہ ۳۴ تا ۳۶

مولانا شبلی کی تاریخ دانی اور علمی تحقیق کا ہر بالغ نظر اور صاحب بصیرت بلا استثناء معترف ہے۔ مسٹر براؤن، پروفیسر آرنلڈ اور ڈاکٹر نکلسن جیسے مغربی محققین نے بھی علامہ شبلی کے علمی کمالات کا اعتراف کیا ہے۔ شبلی فرماتے ہیں:۔

"عام تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ شیخ امیر خسرو سے ملے تھے۔ لیکن مستند تاریخوں میں صرف اتنا درج ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے بیٹے قاآن محمد سلطان ناظم علاقہ ملتان، جو امیر خسرو کے ممدوح تھے اور "خان شہید" کہلاتے تھے، انہوں نے شیخ کو دو دفعہ ہندوستان آنے کی دعوت دی۔ یہ واقعہ ۶۸۱ ہجری کے لگ بھگ کا ہے لیکن شیخ نے بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے ہندوستان آنے سے معذرت کر دی اور گلستان و بوستان اپنے ہاتھ سے لکھ کر تحفے کے طور پر بھیج دی اور امیر خسرو کے نمونہ کلام کی تعریف کی۔ خسرو نے بھی سعدی کی ان دونوں کتابوں سے استفادہ کیا۔ خسرو کا یہ شعر اس کی دلیل ہے۔

خسرو سرمست اندر ساغر معنی بریخت
شیرہ از خمخانہ مستی کہ در شیراز بود"

پھر شبلی فرماتے ہیں کہ "بوستاں میں سعدی کے سفر ہند اور سومنات کا جو واقعہ درج ہے اس واقعہ کی صحت حد درجہ مشتبہ اور مشکوک ہو کر رہ گئی ہے۔ عجیب بات ہے کہ وہ سومنات آئے، بت خانہ کا پھاٹک بند کر کے بت کی پشت پر ایک مغرق پردہ کے پیچھے ایک برہمن کو چھپا دیکھا، جو ان کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ سعدی نے پیچھا کر کے

اسے پکڑا اور کوئیں میں دھکیل کر مار ڈالا اور خود بھاگ گئے۔ کوئی ان کو پکڑ نہ سکا اور شہر سے بہ حفاظت نکل جانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔"

دراصل وہ الف لیلوی کہانیوں کا دور تھا بادشاہوں کو خوش کرنے کے لئے اچھے اچھے مصنف اور شاعر افسانے گھڑ لیا کرتے تھے، جن کا کوئی سر پیر نہ ہوتا تھا: ان کو اس کے عوض گرانقدر وظائف ملتے تھے۔

پھر شبلی لکھتے ہیں کہ "بقول خود سعدی سومنات کے ملک سے نکل کر ہندوستان چلے گئے۔ گویا ہندوستان اور سومنات دو الگ الگ ملک تھے"۔ مقام غور ہے کہ سعدی نے سومنات کے مندر کے علاوہ دوسرے مقامات کے تذکرے کیوں بوستاں میں درج نہ کیے، کونسا امر مانع تھا۔

علاوہ ازیں ایک اور بات غور طلب ہے کہ جب بت کو سلطان محمود غزنوی فاتح سومنات نے گرز مار کر توڑا تھا تو اس میں سے ہیرے اور جواہرات تو برآمد ہوئے تھے اس وقت کسی ایسے برہمن کا وجود کہاں تھا؟

نیز ابن بطوطہ جیسے سیاح کا ذکر تو تمام مورخین نے کیا ہے۔ سعدی بھی اس سے کم درجے کا سیاح نہ تھا۔ مورخین نے اس کے سفر ہند کی تصدیق کیوں نہ کی۔ اس کے برعکس حکایت سفر ہند کی سب نے تکذیب کی ہے۔

۳۔ متن کامل دیوان شیخ اجل سعدی شیرازی

بزبان فارسی یہ کتاب ۱۲۳۸ صفحات پر مشتمل ہے، مطبوعہ کانون معرفت لالہ زار تہران (ایران) اس میں بہ عنوان "سیر و سفر سعدی" جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:

"سعدی شیراز سے دو مرتبہ باہر گئے۔ پہلی بار بغداد، حجاز، حبشہ، مراکش اور دوسری مرتبہ زیارت کعبہ سے فارغ ہو کر تبریز اور آذربائیجان گئے"۔ اس قدر ضخیم کتاب میں ہندوستان کے سفر کا ذکر تک نہیں۔

۴۔ تاریخ فرہنگ ایران

بزبان فارسی، کل صفحات ۵۲۰، مصنف ڈاکٹر عیسیٰ صدیق استاد دانش گاہ تہران (ایران)، مطبوعہ دانش گاہ تہران بحوالہ صفحہ ۱۵۹۔

"ترجمہ :۔ سعدی عراق، شام، حجاز، بیت المقدس گئے تھے۔" ہندوستان کا ذکر اس میں بھی نہیں۔

۵۔ بزرگان شیراز

از رحمت اللہ مہراز بزبان فارسی۔ مطبوعہ ایران۔ لکھتے ہیں کہ :۔

"سعدی در سیر ممالک نیز مقامی داشت۔ بہ تمام قلمرو اسلامی و ہمسائیگان کشور ہائے اسلامی مسافرت کرد و دیدۂ تیزبین او در ہر ذرہ عالمی پند و حکمت دید" لفظ ہمسائیگان سے ہم از خود تو ہندوستان کا تعین نہیں کر سکتے۔

۶۔ نگارستان فارس

از مولانا آزاد۔ کل ۲۳۷ صفحات۔ آپ نے سومنات کا تذکرہ کتاب بوستان کے حوالہ سے یوں کیا ہے :۔

" ابن غیاث الدین بلبن نے دو تین بار سفر خرچ بھیج کر سعدی کو طلب کیا تھا۔ سعدی نے اپنا کلام بھیج دیا، خسرو کی تعریف کی، لیکن خود نہ آئے۔" یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ خسرو نے اپنے تمام کلام میں سعدی کی ہند میں آمد اور ملاقات کا ذکر تک نہیں کیا۔

۷۔ حیات سعدی ۔ از مولانا حالی بحوالہ صفحہ ۳۲۔

مولانا حالی سرگور اوسلی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "ایشیاٹک جرنل" کے ایک پرچہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں فرانس کے ایک مشہور محقق ام گارسن ڈی ٹیسی نے لکھا ہے کہ سعدی پہلا شخص ہے جس نے ہندوستانی زبان یعنی ریختہ میں، جبکہ وہ سومنات اور گجرات آیا تھا، شعر کہا ہے۔ مگر یہ ایک مغالطہ ہے جو نہ صرف محقق مذکور کو بلکہ اس سے پہلے ہندوستان کے تذکرہ نویسوں کو بھی ہوا ہے۔ اصل یہ ہے کہ

دکن میں بھی ایک شاعر "سعدی" تخلص اس زمانہ میں ہوا ہے جبکہ ریختہ کی بنیاد پڑنی شروع ہوئی تھی اور انہوں نے ریختہ میں شعر کہے تھے"۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے تحقیقاتی ادارہ نے بھی غالباً ۷۰-۱۹۶۹ء کے دوران رسالہ جرنل بزبان انگریزی میں اس فرانسیسی محقق کی تحقیق کو غلط قرار دیا ہے اور سعدی کے سفر ہند کی تردید کی ہے۔ یہ رسالہ برطانیہ میں ایشیائی زبانوں کے تحقیقاتی ادارے کی سرپرستی میں لندن سے شائع ہوتا ہے۔ میں خود اس ادارے کا فیلو ہوں اور گاہے گاہے میرے مضامین بھی اس میں شائع ہوتے ہیں۔

۸۔ آذری نے "جواہرالاسرار" میں لکھا ہے کہ سعدی خسرو سے ملنے دہلی آئے تھے۔ مولانا شبلی نے دلائل کے ساتھ اس کی تردید کی ہے۔ یہ درست ہے کہ سعدی نے ایشیائے کوچک آرمینیا سمیت اکثر ممالک کی سیر کی ہے۔ شیراز کے ناخوشگوار حالات سے گھبرا کر سعدی بچپن ہی میں بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں تحصیل علم کے لئے چلے گئے تھے اور پھر مختلف ممالک کی سیاحت بھی کی۔ ان کی عمر ۱۰۲ برس تھی جس میں سے پورے ۳۰ سال سیاحت میں بسر کئے۔ خود کہتے ہیں:۔

تمتع زہر گوشۂ یافتم　　　زہر خرمنے خوشۂ یافتم

وہ حب وطن کے اتنے زیادہ قائل نہ تھے۔ فرماتے ہیں:۔

سعدیا حب وطن گرچہ حدیث است صحیح
نتواں مرد بہ سختی کہ من ایں جا زادم

۹۔ حافظ محمود شیرانی:

"مکہ معظمہ میں تین زبردست بت تھے۔ عزیٰ۔ لات اور منات۔ پہلے دونوں بت تو رسول اکرمؐ کے زمانے میں برباد کر دیئے گئے تھے لیکن "منات" کو کافر چرا کر اور نظروں سے بچ بچا کر ہندوستان لے آئے تھے۔ انہوں نے سومنات کی وجہ تسمیہ بھی "منات" ہی کی نسبت سے بتائی ہے کیونکہ سومنات اور منات میں لفظی اشتراک ہے۔ تعجب ہے کہ منات کیسے بچ گیا تھا۔ یہ بھی غلط

ہے کہ منات کی شہرت سن کر محمود غزنوی نے سومنات پر حملہ کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظی اشتراک کے اشتباہ سے یہ افسانہ گھڑ لیا گیا ہے۔ ورنہ اس زمانے میں ذرائع نقل و حمل کہاں تھے۔ ایک عظیم بت کو چھپ چھپا کر سومنات لانا آسان نہ تھا۔ سومنات کا نام تو بہت مدت پہلے سے چلا آرہا تھا۔ اس کا پہلا نام سومناتھ تھا"۔

حافظ محمود شیرانی نے تو مولانا شبلی جیسے محقق کی تحقیقات سے بھی اختلاف کیا ہے ان بزرگوں کے بھی کیا کہنے! علےٰ ہذا لفظی اشتراک کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً:۔

سغدی (بہ عین معجمہ) سمرقندی، مصنف مجمع الفصحا ظہور اسلام کے بعد موسیقار شاعر تھے، سعدی شیرازی کے نام سے مماثلت موجود ہے۔ ان دونوں کے کلام میں نمایاں فرق ہے۔

۱۔ قیام الدین قائم چاندپوری نے اپنی کتاب "مخزن نکات" میں لکھا ہے۔

"حضرت شیخ سعدی شیرازی در ہنگام سیاحت بطرف گجرات تشریف آوردند و بہ سبب مجاورت۔ سومنات۔ چنانچہ در نسخہ سومنات مذکور است۔ بزبان ایں دیار (ریختہ) وقوف یافتہ یک دو غزل گفتہ"۔

حالانکہ یہ سعدی دکنی تھا۔ قائم چاندپوری کو بھی فرانسیسی محقق کی طرح غلط فہمی ہوئی۔

غلط فہمی کی ایک دوسری مثال

نور احمد ندوی صاحب "نوائے وقت" میں بہ عنوان کشمیر میں مسلمانوں کی آمد و تبلیغ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ "شیخ سعدی کشمیر میں شیخ نورالدین رِشی کے زمانہ میں آیا تھا" اور ثبوت کے طور پر سعدی کا یہ شعر پیش کر کے لکھا ہے کہ یہ شعر کشمیر میں کہا گیا تھا:۔

یکے دیدم از عرصہ رود بار کہ پیش آمدم بر پلنگے سوار

یہ بات قطعی نادرست ہے۔ شیخ سعدی کا یا ان کے اس شعر کا کشمیر سے کیا تعلق؟ لفظ "رود بار" سے اشتباہ پیدا ہوا۔

علےٰ ہذا خسرو کی تصنیف "ہشت بہشت" اور نظامی کے کلام "ہفت پیکر" میں بھی بعید از عقل اور

دوراز قیاس فرضی افسانے درج ہیں جن کی تفصیل میں جانے کی یہاں گنجائش نہیں۔

۱۱۔ علامہ عتیق فکری

یہ ایرانی الاصل ہیں اور ۱۹۶۲ء میں ان کا قیام ایران میں تھا۔ ان کا ایک مضمون بہ عنوان "ایران و ملتان" پانچ کالمی تحقیقاتی مقالہ ۱۳ رمئی ۷۶، کے "نوائے وقت" میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا ملخص یہ ہے:

"ملتان میں پانچویں صدی کے آخر میں شاہ یوسف گردیزی کی شخصیت نظر آتی ہے۔ پھر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری دو سال قیام کرتے ہیں۔ حضرت بہاؤالدین ذکریا بخارا میں تعلیم کی تکمیل کے بعد حج بیت اللہ سے واپسی پر شیخ شہاب الدین سہروردی سے خرقہ خلافت لے کر ملتان آتے ہیں ان کے ساتھ اور بھی کئی بزرگ آئے۔ فارسی کی صوفیانہ شاعری کو فروغ ہوا۔ اوحدالدین کرمانیؒ، شیخ عطار اور شیخ سعدی کا کلام مقبول ہوا۔ جب شہزادہ محمد ملتان کے گورنر بن کر آئے تو ان کے ساتھ علماء اور شعراء کا ایک دبستان ہوتا ہے۔ اس گروہ میں شیخ سعدی شیرازی کے بھائی شیخ حمیدالدین قاضی ملتان میں قیام کرتے ہیں اور شیخ سعدی کے کلام کا تعارف صحیح معنوں میں ان کے واسطہ سے ہوتا ہے۔ شہزادہ محمد ملتان میں شیخ سعدی کو آنے کی دعوت دیتا ہے لیکن شیخ پیرانہ سالی کی وجہ سے نہیں آتے۔ صرف ان کے بھائی آئے تھے جو کافی عرصہ ملتان رہے۔ دوسرے بھی کئی علماء وشعراء ملتان ان کے ہمراہ آئے اور ایران کی اسلامی وثقافتی زندگی کو پھیلانے کا موثر کردار ادا کرتے ہیں اور یہ ان کا ایک مدلل اور ناطق فیصلہ ہے۔"

لاہور کی علمی شخصیات کی تحقیقات

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر محمد باقر، پروفیسر وقار عظیم مرحوم، نیز اورینٹل کالج لاہور (پنجاب یونیورسٹی) کے صدر شعبۂ فارسی (ان کے خطوط میرے پاس موجود ہیں) ان سب اصحاب نے بالاتفاق یہی لکھا ہے کہ سعدی شیرازی ہندوستان کبھی نہیں آیا۔ واقعہ سومنات دیگر افسانوی کہانیوں کی طرح ایک افسانہ ہے۔ سعدی کے سیرت نگاروں نے بھی یہ

بیان نہیں کیا کہ وہ ہندوستان آئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "بوستاں" میں "واقعہ سومنات" کی آخری حکایت جعلی ہے اور مولانا روم کی مثنوی میں ساتویں دفتر کے اضافہ کی طرح یہ بھی ایک اضافہ ہے۔ تاریخی حیثیت سے سعدی کے سفرِ ہند کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بہت ممکن ہے کہ سعدی نے بت کی کہانی اسی طرح سنی ہو۔ ویسے سعدی سے پہلے بھی فارسی کے کچھ شعراء نے یہ افسانہ نظم و نثر دونوں میں لکھا ہے۔ یہاں تک کہ مولانا رومی نے بھی خامہ فرسائی کی ہے۔